اقبال کے فکروفن کے مآخذ

محمد شبیر

Muhammad Shabbir,

Govt. Degree College Chak Jhumra Faisalabad

روبینہ کوثر

Robina Kausar

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

The matter of Iqbal's attention is continuous which proves that the solution of our national problems is present in their attention. Iqbal provided new thought to the Muslims of sub-continent through his poetry. He was a purposeful writer and were in favour of Muslims in all over the world. Iqbal was aware of the thoughts of Eastern and Western thinkers. But the basic sources of his thoughts were Holy Quran and Sunnah. Besides of this he was also impressed of his teacher Mir Hassan and professor Arnald Besides of those personalities, Iqbal achieved benefits in thoughts and philosophy by other personality's such as Akbar Alla Abadi, Roome, Hegal, Brexin and Carl Marx.

اقبال کے فکروفن کی تفہیم وتشریح کا سلسلہ بدستور جاری ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے فکروفن میں ہمارے معاشرے کے ملی وقومی مسائل کا حل موجود ہے۔ یقیناً کسی بھی شاعر کی روح اس کی شاعری ہوتی ہے اور وہ اس شاعری کے ذریعے عوام سے مخاطب ہوتا ہے اور ان کے دل ودماغ پر دستک دیتا ہے۔

اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے برصغیر کے مسلمانوں کو نئی سوچ، نئی فکر عطا کی اور انھوں نے تحریک پاکستان کے عظیم رہنما کے طور پر جو خدمات سرانجام دیں وہ برصغیر کی تاریخ میں ایک روشن

باب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک مقصدی ادیب تھے اور پوری دنیا میں مسلمانوں کی سربلندی کے خواہاں تھے اور برصغیر میں مسلمانوں کی آزادی کے خواہش مند تھے۔ اپنے تاریخی خطبہ میں انھوں نے فلسفیانہ تصورات سے مسلمان قوم کو اس منزل کا نشان بتایا جس کی طرف یہ قوم رواں دواں تھی۔ تاریخ میں بہت کم شعرا گزرے ہیں جن کے کلام نے کسی قوم کے حالات پر اتنا گہرا اثر ڈالا ہو۔ پروفیسر فتح محمد ملک لکھتے ہیں:

> ''ہماری آج کی مایوسی اور نامرادی کا سب سے بڑا سبب ہی یہ ہے کہ ہم نے تصورِ پاکستان کو اقبال کی انقلابی فکر سے کاٹ کر الگ کر دیا ہے۔ موجودہ فکری اور سیاسی بحران سے نجات کی فقط ایک راہ ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ ٹوٹا ہوا رشتہ پھر سے جوڑیں اور اقبال کی آواز پر کان دھریں۔''(۱)

اقبال نے مسلمانوں کے زوال کا جائزہ لیتے ہوئے ان کی تشخیص کی اور اسلام کے تصورِ حیات اور اس کی بنیادی اقدار کو ان کی اصل صورت میں پیش کیا۔ اقبال کے فکر و فلسفہ کا مقصد انسان کامل کی نشو و نما ہے۔ اقبال کا فلسفہ انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ محنت کوشش، ضبطِ نفس اطاعت کر کے ہی خودی کے مقام کو پاتا ہے اور مسلمان اقبال کے فکر و فن پر عمل کر کے ہی دنیاوی سربلندی حاصل کر سکتے ہیں۔ اقبال کا پیغام ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو جس قدر مکمل انسان بنائے گا اُس سے ہی وہ ملت کے مقدر کا ستارہ بن سکتا ہے:

قوم مذہب سے ، مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں محفلِ انجم بھی نہیں(۲)

اقبال کی مشرق و مغرب کے مفکرین کے تصورات سے براہِ راست واقفیت تھی لیکن استفادہ کی نوعیت ہمیشہ قرآنِ کریم اور سنتِ رسولؐ کے مطابق رہی۔ ان کے مشاہدات و تجربات کو وسعت و گہرائی اہلِ علم کے ساتھ تبادلہ خیال کرتے ہوئے حاصل ہوئی۔

اگر اقبال کے فکر و فن کے ماخذات کا سراغ لگانے کی کوشش کی جائے تو ان کی تربیت کا آغاز گھریلو ماحول سے ہوا۔ ان کا گھرانہ مکمل طور پر مذہبی رنگ لیے ہوا تھا اور ان کے والد صاحب شریعت کے اصولوں سے مکمل طور پر آگاہ تھے۔ ان کے والد شیخ نور محمد صوفیانہ مزاج اور روحانیت سے کافی لگاؤ رکھتے تھے۔ ان کے والد ان سے کہتے:

> ''کہ جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ قرآن تم پر ہی اترا ہے یعنی اللہ خود تم سے ہم کلام ہے۔''(۳)

اقبال کے فکر و فن کے بنیادی ماٰخذ دو قرار پائے ہیں جن میں سے اولیت قرآن اور دوم رسول اللہؐ کی محبت ہے۔ قرآن مجید چاہے اس کو پڑھنے والا اقبال ہو یا کوئی عام آدمی تصور یا عقیدے سے زیادہ

اس کی تعلیمات پر باعمل ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ اقبال فلسفی شاعر ضرور ہیں لیکن وہ جب کسی معاملے کو دیکھتے ہیں تو اسلامی مفکر کی حیثیت سے دیکھتے ہیں اور ہر مسئلے کا حل قرآنِ پاک کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اقبال قرآنِ پاک کی تعلیمات کو ساری دنیا کے لیے دستور العمل سمجھتے تھے اور با آواز بلند قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے۔ ایسا کرتے ہوئے اکثر ان پر رقت طاری ہو جاتی، کہتے ہیں:

ترے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف(۴)

اقبال کے فکر وفن کا دوسرا اہم ترین مآخذ آقا پاکؐ کی سیرت طیبہ ہے۔ اقبال کو آپؐ کی ذاتِ اقدس سے والہانہ عشق تھا اور اقبال کہتے ہیں کہ اگر اقوام کے دلوں میں عشقِ رسولؐ نہ ہوتا تو یہ دنیا بے پناہ خوبیوں کی مالک نہ ہوتی۔ اقبال دنیا کی ہر چیز کو ادھورا سمجھتے ہیں جب تک وہ عشقِ رسولؐ سے محروم ہوگی۔ ذکرِ رسولؐ سے ان کی آنکھیں بھر آتیں۔ اقبال فلسفۂ اسلام کو دنیا کا سب سے بڑا فلسفہ سمجھتے تھے۔ ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی لکھتے ہیں:

''حضرت محمدؐ ایک بحرِ ذخار کے مانند ہیں جس کی موجیں آسمان کو چھوتی ہیں۔ تم بھی اسی سمندر سے سیرابی حاصل کرو تاکہ تمھیں حیات تو نصیب ہو اور تمھاری وہ بھولی بسری کیفیات جنھیں مادی دنیا نے تم سے چھین لیا، از سرِ نو تم کو میسر آ جائیں۔''(۵)

اقبال عشقِ رسولؐ کو زندگی کا حاصل سمجھتے ہیں اور اس زندگی کو محروم سمجھتے ہیں جو عشق رسولؐ سے خالی ہو۔ آقا پاکؐ سے عشق کا اظہار ان کی شاعری ہی میں نہیں بلکہ زندگی کے ہر پہلو سے نمایاں ہوتا ہے۔ ابو مصلح لکھتے ہیں:

''اقبال کا قلب عشقِ رسولؐ سے آشنا ہے۔ آنحضورؐ کی ذاتِ گرامی کا خیال ذہن میں آیا اور آنکھیں گوہر اشک نثار کرنے لگیں۔ ذکرِ حبیب کرتے وقت قلم رقص کرنے لگتا ہے تو روح وجد میں آ جاتی ہے۔''(۶)

اقبال کا عشق حضورؐ سے قابلِ دید اور قابلِ رشک ہے اور اسی جذبۂ عشق کی بدولت بارگاہ الٰہی میں امتِ مسلمہ کی زبوں حالی کا شکوہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ آقا پاکؐ کو وجۂ تخلیقِ کائنات قرار دیتے ہیں۔ اس کا اظہار یوں کرتے ہیں:

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے(۷)

قرآن وسنت کی تعلیمات اور مذہبی گھریلو ماحول کے علاوہ جن شخصیات نے اقبال کی فکر پر اثرات مرتب کیے ان میں وہ کبھی رومی کی راہِ طریقت کو جاتے ہیں تو کبھی ابن عربی کے تصور تصوف کو، کبھی نطشے کے خیالات سے استفادہ کرتے ہیں تو کبھی ہیگل کی جدلیات مادیت سے بہرہ ور ہوتے ہیں تو کبھی برگساں کے نظریہ ارتقا کو دیکھتے ہیں تو کبھی مسولینی کے تصور فاشزم سے مستفید ہوتے ہوئے مِلٹن اور گوئٹے کا تصور ابلیس اپنے ہاں بیان کرتے ہیں۔

اقبال کی شخصیت وہ شخصیت ہے کہ جنھوں نے دوسروں کے خیالات سے بھی استفادہ کیا اور اسلامی فکر سے بھی مستفید ہو کر اپنا کلام پیش کیا۔ اقبال اپنے اساتذہ سے بے حد متاثر تھے جن میں اسکاچ مشن سکول کے استاد میر حسن اور گورنمنٹ کالج کے پروفیسر تھامس آرنلڈ شامل ہیں۔ میر حسن عربی و فارسی کے استاد تھے۔ اقبال کو عربی وفارسی سے گہرا لگاؤ اپنے اسی استاد کے فیض سے ہوا انھی کی بدولت انھوں نے شعر وادب، اسلامیات میں خصوصی دل چسپی لی۔ ان کے بعد پروفیسر آرنلڈ کی بدولت فلسفے میں خصوصی دل چسپی کا اظہار کیا۔ ان کے انگلستان جانے پر ان کی جدائی میں ''نالۂ فراق''، نظم لکھی۔

اقبال، رومی کو اپنا پیر ومرشد تصور کرتے ہیں۔ اقبال نے رومی کی شاعری سے فیض حاصل کر کے اسے اپنے کلام میں پیش کیا۔ اقبال رومی کو ایسا مردِ کامل سمجھتے ہیں جنھوں نے اپنی بصیرت اور فہم و فراست سے مسلمانوں میں جذبۂ ایمان پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اقبال کی تصنیفات ''بانگِ درا'' ہو یا ''ضربِ کلیم'' یا ''پیامِ مشرق'' سب میں رومی کا فیض نظر آتا ہے۔ اقبال کا تعلق جس دور سے ہے وہ مسلمانوں کی قسمت کا سیاہ ترین دور ہے۔ اقبال خواب غفلت میں ڈوبی ہوئی قوم کو بیدار کرنا چاہتے تھے۔ اقبال نے عقل وعشق کی آمیزشیں کا رویہ بھی رومی سے پایا لیکن اسے جس مہارت سے وسعت عطا کی۔ یہ اقبال ہی کا کمال ہے۔ خلیفہ عبدالحکیم ''فکرِ اقبال'' میں لکھتے ہیں:

> ''رومی میں عشق ومستی اقبال کے مقابلے میں کہیں زیادہ دکھائی دیتی ہے، لیکن عشق اور عقل کے تقابل میں اقبال نے بعض ایسے نکات پیدا کیے ہیں جو رومی میں کم نظر آتے ہیں مگر اقبال نے عقل وعشق کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ اساسی طور پر رومی میں موجود ہے اور جا بجا اور اقبال اس سے فیض حاصل کرتا اور مریدی کا اقرار کرتا ہے۔''(۸)

اقبال اکبرالہ آبادی کے بھی بے حد عقیدت مند ہیں اوران کے فکر وفلسفہ سے بھی بے حد متاثر اکبر نے وہی پیغام ظرافت کے پیرائے میں دیا جسے اقبال انتہائی سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ اقبال رومی کے علاوہ اکبر کو بھی اپنا مرشد تسلیم کرتے ہیں۔ انھوں نے امام غزالی، حکیم سنائی، شیخ

شہاب دین اور خواجہ فریدالدین عطار کے فکر و فلسفہ سے بھی فیض حاصل کیا۔ اقبال شیخ احمد سرہندی ''مجدد الف ثانی'' سے بھی بے پناہ عقیدت رکھتے تھے اور اپنے بیٹے کی پیدائش پر ان کے دربار پر حاضری کی منت مانی۔

اقبال کو عقل و عشق کی آویزش میں جس مردِ کامل کی تلاش ہے وہ ابتدائی صورت میں نطشے کے ہاں موجود ہے۔ نطشے نے فوق البشر کی اصطلاح گوئٹے سے لی۔ اقبال کے ہاں مردِ کامل پر فوق البشر کی پرچھائیاں تو نظر آتی ہیں لیکن اقبال نے انسانِ کامل کا تصور دیا جس کی خودی بے بنیاد نہیں۔ عزیز احمد انسانِ کامل کی تکمیل کے تین مراحل کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> ''اپنی روحانی ترقی کی پہلی منزل میں وہ اس اسم پر استغراق کرتا ہے اور اس فطرت کا مطالعہ کرتا ہے جس پر یہ اسم وقسم ہے۔ دوسری منزل میں وہ عرض کے دائرے میں قدم رکھتا ہے۔ تیسری منزل میں وہ دوسرے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر وہ انسانِ کامل بنتا ہے۔''(۹)

اقبال کے ہاں نطشے کے علاوہ کارل مارکس کے اشترا کی نظریات کا اظہار بھی ملتا ہے۔ اقبال نے کارل مارکس کو پیغمبر بے جبرئیل اور قلب و مومن دماغش کافر است کہا ہے۔ اقبال نے اپنی نظم ''خضرِ راہ'' میں سرمایہ درانہ نظام کی مذمت کی ہے۔ اقبال نے ملٹن اور گوئٹے سے ابلیس کا تصور لیا اور اسے اپنی شاعری میں ایک کامیاب کردار کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان کی نظمیں ''ابلیس نامہ''، ''ابلیس یزداں''، ''ابلیس کی مجلسِ شوریٰ'' اور ''جبریل و ابلیس'' میں ابلیس کے کردار کو متحرک کردار کے طور پر پیش کیا۔ اقبال نے برگساں کے فکر و فلسفہ سے بھی استفادہ کیا۔ اقبال کا تصورِ زماں برگساں سے ماخوذ ہے۔ ان کے علاوہ اقبال نے جمال الدین افغانی کی حریتِ فکر سے جلا پائی۔ اُردو شعرا میں میر تقی میر اور غالب نے اقبال کے فکر و فن پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اقبال ہمیشہ نئے نظریات و خیالات کی تلاش میں ہے۔ اس کے لیے انھوں نے اپنے عہد کے لوگوں کے فکر و فلسفہ سے استفادہ کیا اور انھیں احسن طریقے سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

حوالہ جات

۱۔ فتح محمد ملک، پروفیسر، اقبال فراموشی، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص:۱۸۱

۲۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اُردو)، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۲ء، ص:۲۰۱

۳۔ طالب حسین سیال، اقبال اور انسان دوستی، لاہور: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۳ء، ص:۱۰۲

۴۔ اقبال، کلیاتِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۰ء، ص:۷۰

۵۔ محمد طاہر فاروقی، ڈاکٹر، اقبال اور محبتِ رسولؐ، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع نہم، ۲۰۱۱ء، ص:۳۲

۶۔ ابو محمد مصلح، قرآن اور اقبال، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، س ن، ص:۱۷

۷۔ اقبال، کلیاتِ اقبال، ص:۱۲۹
۸۔ عبدالحکیم، خلیفہ، ڈاکٹر، فکرِ اقبال، لاہور: بزمِ اقبال، بارِ ہفتم، ۱۹۹۲ء، ص:۱۷۲
۹۔ عزیز احمد، اقبال نئی تشکیل، ت۔ن، ص:۳۹۷

☆......☆......☆